JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION ANDCULTURE(JICC)
Volume 09, Issue 01 (Jan-June , 2026)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/20
URL: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/248
Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.18257123

Title "Islamic Legal Maxims and Ḥalāl–Ḥarām: An Applied Study of the Maxim 'The Default Ruling on Things Is Permissibility

Author (s): Dr. Fazail Asrar Ahmed,Dr Mehboob Ali Shah,Dr.Abdul Majid

Received on: 18 September, 2024
Accepted on: 29 December, 2025
Published on : 15 January 2026

Citation: Dr. Fazail Asrar Ahmed,Dr Mehboob Ali Shah,Dr.Abdul Majid," "Islamic Legal Maxims and Ḥalāl–Ḥarām: An Applied Study of the Maxim 'The Default Ruling on Things Is Permissibility "JICC: 9 no, 1 (2026):p 1-14

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Click here for more

قواعدِ فقہیہ اور حلال وحرام: "الأصل في الأشياء الإباحة"کا تطبیقی مطالعہ

"Islamic Legal Maxims and Ḥalāl–Ḥarām: An Applied Study of the Maxim 'The Default Ruling on Things Is Permissibility

*Dr. Fazail Asrar Ahmed
**Dr Mehboob Ali Shah
***Dr.Abdul Majid

Abstract:

This research article examines the fiqhī legal maxim "الأصل في الأشياء الإباحة" ("The original ruling regarding things is permissibility") and its role in determining ḥalāl and ḥarām in Islamic law. The study begins by defining qawāʿid fiqhiyyah (legal maxims) and showing their importance as concise, general principles that organize many detailed rulings and guide juristic reasoning in new issues. It then explains the distinction between ʿibādāt (acts of worship) and muʿāmalāt (transactions and social dealings): in worship the basic rule is prohibition until there is proof of legislation, whereas in worldly matters the basic rule is permissibility unless there is proof of prohibition.

The article presents Qur'anic and Prophetic evidences supporting the principle of permissibility, and surveys how leading jurists in the four Sunni schools have adopted and applied this maxim. It further explores its practical use in classical and contemporary fields such as food and drink, financial transactions, medical treatments, technology, and digital tools. At the same time, the study clarifies the limits of the maxim through other legal principles, including the removal of harm. the pursuit of public interest, blocking the means to evil, and the higher objectives of Sharīʿah.

*The conclusion stresses that this maxim is a powerful instrument for **ijtihād** and for dealing with emerging issues, but it must always operate under the authority of explicit texts and within the framework of Sharīʿah objectives, avoiding both excessive restriction and reckless permissiveness.*

***Key words:** Islamic, Legal Maxims, Ḥalāl–Ḥarām, , Applied Study of the Maxim, Permissibility'"*

....

[1] Dr.Fazail Asrar Ahmed Assistant Prof. Faculty of Law. Grand Asian University Sialkot.
[1] Head Master Punjab Education Department GES Meht Jhedu tehsile Chishtian Distt Bahawal Nagar Email:
[1] Assistant Professor Government Graduate college Burewala Dist. Vehari

یہ تحقیقی مضمون فقہی قاعدہ ››الأصل في الأشياء الإباحة ‹‹کے مطالعہ پر مشتمل ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اشیاء، عادات اور معاملات میں اصل حکم اباحت و جواز ہے، جب تک کوئی معتبر شرعی دلیل حرمت ثابت نہ کر دے۔ مقالہ کی ابتدا میں قواعدِ فقہیہ کی تعریف، ان کی اہمیت اور فقہی فروع کو منظم کرنے میں ان کے کردار کو واضح کیا گیا ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مختصر اور جامع اصول مجتہد اور مفتی کو نئے مسائل میں استنباطِ حکم میں مدد دیتے ہیں۔ اس کے بعد عبادات اور معاملات کے بنیادی فرق کو بیان کیا گیا ہے کہ عبادات میں اصل منع اور توقیف ہے، یعنی کوئی عبادت اس وقت تک مشروع نہیں جب تک نص نہ ملے، جبکہ معاملات، معاشرت اور دنیاوی اشیاء میں اصل جواز و اباحت ہے، الا یہ کہ حرمت کی کوئی صریح دلیل یا واضح مفسدہ ثابت ہو جائے۔ قرآن و سنت کی مختلف آیات و احادیث کے ذریعے اس قاعدہ کی تائید پیش کی گئی ہے اور چاروں سنی مذاہب کے فقہاء کے ہاں اس کے قبول عام کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔

مضمون میں خور و نوش، مالی معاملات، میڈیکل اور حیاتیاتی مسائل، جدید ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل ذرائع اور مصنوعی ذہانت وغیرہ جیسے معاصر موضوعات کی مثالوں سے دکھایا گیا ہے کہ نئے مسائل میں نقطۂ آغاز اباحت ہے، لیکن جہاں سود، قمار، دھوکہ، فحاشی، ضررِ غالب یا دیگر شرعی مفاسد پائے جائیں، وہاں حکم بدل کر حرمت یا کراہت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ آخر میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قاعدہ اباحت اپنے تنہا نہیں بلکہ نصوصِ شرعیہ، مقاصدِ شریعت، دفعِ ضرر، سدّ ذرائع اور احتیاط جیسے اصولوں کے ساتھ مل کر توازن پیدا کرتا ہے، اور اسی متوازن استعمال سے شریعت کی سہولت بھی برقرار رہتی ہے اور اس کی اخلاقی و دینی حدود بھی محفوظ رہتی ہیں

تمہید

اسلامی فقہ صدیوں پر پھیلے ہوئے اجتہادی اور استنباطی عمل کا ثمرہ ہے۔ ہزاروں جزئی فقہی مسائل، مختلف مذاہبِ اربعہ کے فتاویٰ، اور علاقوں و ادوار کے لحاظ سے پیدا ہونے والے نئے سوالات کو اگر بغیر کسی اصولی ڈھانچے کے پڑھا جائے تو طالب علم کے لیے ایک بکھرا ہوا منظر نامہ سامنے آتا ہے۔ قواعدِ فقہیہ اسی بکھری ہوئی تفصیلات کو منظم اور مربوط صورت میں پیش کرتے ہیں، چنانچہ فقہی اصولوں کی طرح یہ بھی شریعت کے فہم اور تطبیق میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔[1]

زیرِ نظر مقالہ میں ہم ان قواعد میں سے ایک نہایت اہم قاعدہ ››الأصل في الأشياء الإباحة ‹‹کو موضوع بنا رہے

ہیں، جو حلال و حرام کے باب میں ابتدائی نقطۂ نظر فراہم کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جہاں روزانہ کی بنیاد پر نئے مصنوعات، نئی مالیاتی اسکیمیں، نئی ٹیکنالوجیز اور ڈیجیٹل ذرائع سامنے آرہے ہیں، وہاں یہ سوال شدت سے اٹھتا ہے کہ کیا ہر نئی چیز مشتبہ یا ممنوع ہے، یا اصل میں مباح ہے جب تک اس کی حرمت پر دلیل قائم نہ ہو؟

یہ قاعدہ اسی سوال کا جواب فراہم کرتا ہے، البتہ اس کے صحیح فہم کے لیے چند مقدمات ناگزیر ہیں:

قواعدِ فقہیہ کیا ہیں اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ عبادات اور معاملات کے اصولی فرق کا مطلب کیا ہے؟

اس قاعدہ کے دلائل اور حدود کیا ہیں؟ انہی بنیادی سوالات کے گرد یہ مقالہ منظم کیا گیا ہے۔

قواعدِ فقہیہ — تعریف، ماہیت اور اہمیت

1. قواعدِ فقہیہ کی تعریف

علماء نے قواعدِ فقہیہ کی متعدد تعریفات ذکر کی ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ: وہ جامع فقہی اصول جو متعدد فروعِ فقہیہ پر منطبق ہوتے ہیں اور ان کے احکام کو ایک ضابطے میں جمع کر دیتے ہیں۔[2]

بعض نے کہا: ''قواعد فقہیہ ایسے کلیہ اصول ہیں جن کے تحت کئی فروعات داخل ہوتی ہیں، اور ان سے ان فروعات کے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔''[3]

یوں کہا جاسکتا ہے کہ فقہ کے جزئی مسائل درخت کی شاخوں کی مانند ہیں اور قواعدِ فقہیہ اس کے تناور تنے کی مانند ہیں جو ان سارے فروع کو اصولی سطح پر جوڑتے ہیں۔

2. فقہ اور اصول فقہ سے تعلق

قواعدِ فقہیہ اور اصولِ فقہ میں بھی ایک اہم امتیاز ہے:

اصولِ فقہ نصوصِ شرعیہ (قرآن وسنت) سے دلیل لینے کے قواعد ہیں، مثلاً: امر وجوب پر دلالت کرتا ہے یا نہیں وغیرہ۔

جب کہ قواعدِ فقہیہ خود فقہی احکام کا خلاصہ اور جامع صورت ہیں، جو پہلے سے ثابت شدہ مسائل کو ایک ضابطے میں جمع کرتے ہیں، مثلاً: ''الضرر یزال''، ''المشقة تجلب التیسیر''، ''الیقین لا یزال بالشک'' وغیرہ۔[4]

3. قواعدِ فقہیہ کی اہمیت

قواعدِ فقہیہ کی اہمیت متعدد جہات سے ہے:

1. فقہی مسائل کی تنظیم :ہزاروں مسائل چند بنیادی قواعد کے تحت منظم ہو جاتے ہیں، جس سے فقہ کے حفظ اور تدریس میں آسانی ہوتی ہے۔

2. اجتہاد میں مدد :نئے پیش آمدہ مسائل میں مجتہد و مفتی کے لیے فکری بنیاد فراہم کرتے ہیں، خاص طور پر وہاں جہاں نصوصِ جزئیہ براہِ راست موجود نہ ہوں۔

3. فقہی مذاہب کی روح کا ادراک :کسی بھی فقہی مکتبِ فکر کی روح اور اس کا عمومی رجحان قواعد کے ذریعے بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔

4. فتویٰ اور قضاء میں سہولت :عملی فقہ میں قاضی اور مفتی کو عمومی اصولوں کی روشنی میں جزئیات کے فیصلوں میں سہولت ملتی ہے۔[5]

ان تمام جہات سے قاعدہ »الأصل في الأشياء الإباحة« خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ حلال وحرام کے باب میں بنیادی نقطۂ نظر کی تشکیل کرتا ہے۔

اعدہ "الأصل في الأشياء الإباحة" — مفہوم اور تاریخی پس منظر

.1عبارتِ قاعدہ اور اس کا مطلب

قاعدہ کی مشہور عبارت ہے: الأصل في الأشياء الإباحة "اشیاء میں اصل حکم اباحت ہے۔"

بعض کتب میں اضافہ کے ساتھ یوں بھی آتا ہے:

"الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم"

اشیاء میں اصل حکم اباحت ہے، یہاں تک کہ حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔"[6]

مراد یہ ہے کہ دنیاوی اشیاء، عادات، معاملات، خرید وفروخت، صنعت، پیشہ، ٹیکنالوجی وغیرہ میں بنیادی اصول جواز ہے؛ انسان اپنی ضرورت و مصلحت کے تحت انہیں اختیار کر سکتا ہے، جب تک کوئی قطعی یا ظنی معتبر دلیل اس مخصوص شے یا عمل کی حرمت نہ ثابت کر دے؛ جیسے شراب، سود، قمار، فحاشی وغیرہ۔

.2عبادات اور معاملات کا اصولی فرق

فقہاء نے واضح کیا ہے کہ:

عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) میں اصل منع و توقّف ہے، یعنی کوئی عبادت اس وقت تک مشروع نہیں

جب تک اس کی صریح نص موجود نہ ہو۔ "بدعت" کے مفہوم کا ایک پہلو بھی یہی ہے کہ عبادات میں ایسی نئی شکل ایجاد کرنا جس پر شرع کا نص یا عملِ سلف موجود نہ ہو۔[7]

جب کہ معاملات، عادات اور دنیاوی اشیاء میں اصل اباحت و جواز ہے، بشرطیکہ: نصوصِ شرعیہ اس کی ممانعت نہ کرتی ہوں، وہ ضررِ غالب، فحاشی یا ظلم پر مشتمل نہ ہو، اور مقاصدِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ یہ امتیاز قاعدہ کے صحیح فہم کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

3. فقہی مدوّنات میں قاعدہ کی جگہ

یہ قاعدہ متعدد فقہی مصادر میں صراحتاً مذکور ہے، مثلاً: مجلۃ الأحکام العدلیۃ کی ابتداء ہی میں اصولی قواعد ذکر کیے گئے، جن میں سے ایک مادہ ہے: "الأصل في الأشياء الإباحة"[8]

ابن نجیم حنفی نے "الأشباہ والنظائر" میں اشیاء کے باب میں اسی قاعدے کو بنیاد بنایا۔[9]

امام شافعی، احمد اور مالکی فقہاء کے عمومِ عبارات سے بھی اسی اصول کا استنباط ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، جب کہ عبادات میں اصل توقّف ہے۔[10]

یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ تعبیر میں کچھ اختلاف ہے، لیکن مذاہبِ اربعہ کے مابین قاعدہ کا اصولی قبولِ عام پایا جاتا ہے۔

قرآن وسنت اور عقلِ سلیم سے قاعدہ کے دلائل

1. دلائلِ قرآنیہ

الف) عمومی اباحت اور نعمتوں کی حلت

قرآنِ کریم متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے ان سے استفادہ کی راہ ہموار کرتا ہے، مثلاً:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" ... وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا۔"[11]

آیت میں "لکم" کا لفظ اباحت اور انتفاع پر دلالت کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اصلاً بندوں کے لیے مباح ہیں، سوائے ان کے جنہیں شریعت نے مخصوص نص کے ذریعے حرام قرار دیا ہو۔[12]

اسی طرح کئی مقام پر حلال رزق اور طیب چیزوں کے استعمال کی ترغیب اور حرام اشیاء کی صراحت کے ساتھ

ممانعت آئی، جس سے واضح ہوتا ہے کہ:

اصل چیزوں کا حلال ہونا ہے،

استثناء ان چیزوں کا ہے جنہیں شریعت نے حرمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جیسے: مردار، خون، خنزیر، شراب وغیرہ۔[13]

ب) حرج ومشقت کے ازالے کا اصول

قرآن میں "ما جعل عليكم في الدين من حرج"، "يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" جیسے نصوص بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہیں کہ شریعت تکلیف میں تخفیف اور وسعت پر مبنی ہے۔ اگر ہر نئی چیز کو اصلاً حرام مان لیا جائے تو لوگوں پر بے جا حرج لازم آتا ہے، جو مقاصدِ شریعت کے خلاف ہے۔

.2 دلائلِ حدیثیہ

احادیث میں بھی کئی نصوص ہیں جو اس قاعدے کی تائید کرتی ہیں، مثلاً:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ: "إن أعظم المسلمين في المسلمين جرماً من سأل عن شيء لم يحرّم فحرّم من أجل مسألته"، مفہوم یہ کہ بعض اوقات بلاوجہ سوالات اور سختی کی خواہش نئے احکامِ حرمت کا سبب بن جاتی ہے، حالانکہ اصل میں چیزیں مباح تھیں۔[14]

اسی طرح آپ ﷺ نے حلال وحرام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حلال واضح ہے، حرام واضح ہے، اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں، تو جس نے شبہات سے بچا اس نے دین وعزت کو محفوظ کر لیا۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اصل اباحت ہے، البتہ شبہات سے اجتناب احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا ہے۔[15]

.3 دلیلِ عقلی وفطری

عقلِ سلیم بھی گواہ ہے کہ اگر دنیا کی چیزوں کو اصلاً حرام مان لیا جائے تو:

انسانی زندگی تعطّل کا شکار ہو جاتی ہے،

ترقی، صنعت وحرفت، ٹیکنالوجی، فصلیں، دوائیں، علاج—سب مشتبہ ہو کر رہ جاتے ہیں،

جب تک شریعت ہر ہر چیز کے لیے الگ سے حلت کا اعلان نہ کرے، لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، جو کہ واقع کے خلاف ہے۔

لہٰذا فطرت اور عقل دونوں اس بات کو قبول کرتی ہیں کہ اشیاء میں اصل اباحت ہی معقول اور حکیمانہ اصول ہے، بشر طیکہ ان کی حرمت پر کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو۔[16]

مذاہبِ اربعہ اور فقہاء کی آراء

.1فقہِ حنفی

احناف کے ہاں اشیاء میں اصل اباحت کا تصور جلی طور پر ملتا ہے۔ابن ہمام، ابن عابدین اور دیگر متاخرین نے بیوع و معاملات کے ابواب میں واضح کیا کہ: جو معاملہ نصِ خاص یا قیاسِ صحیح کے خلاف نہ ہو، اور نہ ہی اس میں غرر فاحش، قمار، سود یا ضررِ غالب پایا جائے، تو وہ اصلاً جائز ہے، خواہ اس کی کوئی بعینہ مثال سابقہ فقہی کتب میں نہ ملتی ہو۔[17]

.2فقہِ مالکی

مالکی فقہاء بالخصوص مصالح مرسلہ اور سدّ ذرائع کے اصول کے ساتھ اس قاعدہ کو جوڑتے ہیں۔یعنی اصل تو اباحت ہے، مگر: جہاں مفاسد کا ظنِ غالب ہو، یا ذریعہ واضح طور پر حرام کی طرف لے جاتا ہو، وہاں سدّ ذرائع کے اصول کے تحت اباحت سے عدول کیا جاتا ہے۔

.3فقہِ شافعی

شافعیہ کے ہاں بھی معاملات میں اصل اباحت اور عبادات میں اصل توقّف کی تقسیم واضح ملتی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الأم'' میں معاملات کے بارے میں تفصیل سے بحث کرتے ہوئے نہ صرف عرف کی رعایت کی بلکہ یہ بھی واضح کیا کہ اگر کوئی معاملہ نصِ شرعیہ سے متصادم نہ ہو تو اسے اصلِ اباحت پر رکھا جائے گا۔[18]

.4فقہِ حنبلی

حنابلہ کے ہاں بھی یہ قاعدہ مسلم ہے۔ابن تیمیہ اور ابن القیم نے اپنی تصنیفات میں تفصیل سے واضح کیا کہ اصل اشیاء اور عادات میں اباحت ہے اور اصل عبادات میں منع ہے، اور اسی سے انہوں نے متعدد بدعات کا رد بھی کیا اور متعدد مباحات کو وسعت کے باب میں ذکر کیا۔

.5اجماعی رجحان

اگرچہ تعبیرات میں اختلاف اور بعض جزوی تطبیقی مسائل میں تفصیل موجود ہے، لیکن مجموعی طور پر مذاہبِ

اربعہ اور جمہور فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ اصولی طور پر مقبول اور لازم الاتباع مانا گیا ہے۔

قاعدہ کے حدود و قیود اور دیگر قواعد کے ساتھ تعلق

یہ قاعدہ تنہا نہیں چلتا بلکہ متعدد دیگر قواعد اور مقاصدی اصول اس کو توازن فراہم کرتے ہیں، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

1. قاعدہ: "الضرر یزال" (ضرر کو دور کیا جائے گا) اگر کوئی چیز بظاہر مباح ہے، لیکن اس کے استعمال سے: فرد یا معاشرہ کو غالب ضرر لاحق ہو، یا اس کے مفاسد اس کے مصالح پر غالب آ جائیں، تو قاعدہ "الضرر یزال" کے تحت اس سے روک لازم ہو سکتی ہے، اور حکمِ اباحت تبدیل ہو کر کراہت یا حرمت میں بھی بدل سکتا ہے۔ مثال کے طور پر: بعض منشیات یا مضر غذائیں، یا مالی اسکیمیں جو لوگوں کے اموال کو خطرے میں ڈالتی ہوں۔

2. قاعدہ: "سدّ الذرائع" (ذرائع کی بندش)

بسا اوقات خود کوئی شے فی نفسہٖ مباح ہوتی ہے، لیکن: وہ حرام کا قوی ذریعہ بن جاتی ہے،

یا اس کا غالب استعمال حرام میں ہو، تو سدّ ذرائع کے اصول کے تحت اسے محدود یا ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً: ایسی مالی اسکیمیں جو عملاً سودی نظام کو مضبوط کرتی ہوں، یا ایسے اشتہاراتی طریقے جو فحاشی و عریانی کو فروغ دیتے ہوں۔ یہاں "الأصل في الأشياء الإباحة" اپنی جگہ برقرار رہتا ہے، لیکن سدّ ذرائع اس کے عملی میدان کو محدود کر دیتا ہے۔

3. قاعدہ: "المشقة تجلب التيسير" (مشقت آسانی کو لازم کرتی ہے)

یہ قاعدہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اباحت صرف نظری اصول نہ رہے بلکہ لوگوں کے لیے واقعی سہولت کا سبب بنے۔ اگر کسی مباح شے پر بے جا پابندیاں لگائی جائیں تو لوگوں پر مشقت بڑھ جاتی ہے۔

شریعت کا منشا یہ نہیں کہ اباحت کے باوجود انسان کو عملاً حرج میں مبتلا رکھا جائے۔

4. قاعدہ: "اليقين لا يزول بالشك"

یہ قاعدہ بھی اس بحث میں اہم ہے؛ کیونکہ جب کسی چیز کی اباحت یقینی ہو اور اس کے خلاف محض شبہ یا ظنِ ضعیف ہو تو اصل حکم اباحت ہی رہے گا۔ مثلاً ایک غذا، دوا یا ٹیکنالوجی کے بارے میں کوئی واضح دلیلِ

حرمت نہ ہو،

تو محض "لوگ کہتے ہیں..." یا کچھ غیر مستند خبریں اس کے حکم کو حرمت میں تبدیل نہیں کرسکتیں۔

5. مقاصدِ شریعت کے ساتھ تعلق

شریعت کے مہم مقاصد میں: حفظِ دین، جان، مال، عقل، نسل شامل ہیں۔

قاعدہ "الأصل في الأشياء الإباحة" اسی وقت معتبر ہے جب: کسی مباح شے میں ان میں سے کسی مقصد کی صریح خلاف ورزی نہ ہو، یا مفاسد مصالح پر غالب نہ آ جائیں۔

اس طرح یہ قاعدہ مقاصدی توازن کے ساتھ پڑھا جائے تو نہ تو مطلق اباحت پسندی کی راہ کھلتی ہے اور نہ غیر ضروری تحریم کا دروازہ۔

عصرِ حاضر میں قاعدہ کے تطبیقی پہلو

اب ہم چند اہم معاصر میدانوں میں اس قاعدہ کے عملی استعمال کا جائزہ لیتے ہیں:

1. خورونوش (Food & Beverages)

خوراک اور مشروبات کا میدان جدید دور میں بہت وسیع ہو چکا ہے؛ پیکیجڈ فوڈ، پروسیسڈ آئٹمز، فلیورز، ایڈیٹیوز، جی ایم او، انرجی ڈرنکس وغیرہ ہر روز نئی شکل میں سامنے آ رہے ہیں۔

اس قاعدے کے تحت ہر نئی غذا اصلاً مباح ہے، البتہ جہاں اس کے اجزاء میں حرام مادّہ (مثلاً خنزیر، شراب، مردار) یا ضررِ غالب (شدید جسمانی نقصان) ثابت ہو جائے، وہاں حکم حرمت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

یہاں: لیبارٹری رپورٹس، میڈیکل تحقیق، ماہرینِ طب کی آراء اور شرعی اصول (سدّ ذرائع، دفع ضرر) سب مل کر اباحت و حرمت کے فیصلے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

2. مالی معاملات اور جدید فنانس

معاصر مالیاتی دنیا میں: کمرشل بینکنگ، اسٹاک مارکیٹ، انشورنس، اسلامی فنانس، کرپٹو کرنسی، ڈیجیٹل پیمنٹس، فِن ٹیک پلیٹ فارمز جیسے متعدد نئے ادارے اور آلات سامنے آئے ہیں۔

"الأصل في الأشياء الإباحة" کے تحت:

ہر نئی مالی اسکیم کو اصلاً مباح مانا جائے گا، پھر دیکھا جائے گا کہ اس میں: سود (ربا) تو نہیں، قمار و غرر تو نہیں، ظلم، استغلال، دھوکہ تو نہیں، مال کی غیر شرعی گردش (حرام کاموں کی فنڈنگ) تو نہیں۔

مثلاً: اگر کوئی اسلامی بینکاری پروڈکٹ بظاہر مباح ہے لیکن اس کا پورا ڈھانچہ روایتی سودی نظام کی نقلی شکل ہو، تو قاعدہ اباحت کے باوجود سدّ ذرائع اور مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر اس پر تنقید کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کرپٹو کرنسی اور دیگر ڈیجیٹل اثاثہ جات کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے:

ان کی حقیقت، استعمالات، مقاصد، خطرات سب کا جائزہ لے کر

اصل اباحت'' کے ساتھ ''دفعِ ضرر'' اور ''مصلحتِ عامہ'' کے اصول بھی سامنے رکھنے ہوں گے۔

.3 میڈیکل و بایو ایتھکس (طبّی و حیاتیاتی مسائل)

میڈیکل سائنس میں: اعضاء کی پیوند کاری، بلڈ اور آرگن ڈونیشن، IVF، کلوننگ، جینیاتی ترمیم، نئی ویکسینز، میڈیکل ڈیوائسز، نیوتھراپیز جیسے موضوعات کے بارے میں فقہی بحث جاری ہے۔

یہاں قاعدہ ''الأصل في الأشياء الإباحة'' رہنمائی کرتا ہے کہ:

کوئی نئی دوا، علاج یا میڈیکل آلہ اصلاً مباح ہے، بشرطیکہ: وہ خود حرام مادہ سے مرکب نہ ہو (یا اس کے حرام اجزاء استحالہ وغیرہ کی وجہ سے حکم تبدیل نہ کر چکے ہوں

اس کے مفاسد اس کے مصالح سے زیادہ نہ ہوں، انسانی جان، عزت اور نسب کے تحفظ جیسے مقاصدِ شریعت مجروح نہ ہو رہے ہوں۔ مثلاً: اگر کوئی ویکسین انسانی صحت کے لیے واضح نفع رکھتی ہے اور اس میں بہت معمولی یا مشکوک مقدار میں کوئی حرام مادہ ہو جس کی استحالہ ثابت ہو جاتی ہو،

تو قاعدہ اباحت، قاعدہ دفعِ ضرر اور مصلحتِ عامہ ایک ساتھ مل کر جواز کے حق میں قوی دلیل بن سکتے ہیں، البتہ تفصیلی فتویٰ اہلِ علم ہی دے سکتے ہیں۔

.4 جدید ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل ذرائع اور مصنوعی ذہانت (AI)

انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت (AI) نے انسانی زندگی کے باقی تمام شعبوں کو بھی متاثر کیا ہے:

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، ڈیٹا اینالیٹکس، چہرہ شناسی (Face Recognition)، خودکار ہتھیار، AI چیٹ بوٹس، بگ ڈیٹا اور پرائیویسی کے مسائل یہ سب نئے اور اکثر بے مثال معاملات ہیں۔

اس قاعدہ کے تحت:

بنیادی اصول یہ ہے کہ نئی ٹیکنالوجی فی نفسہٖ مباح ہے، کیونکہ آلات و وسائل کو شریعت عام طور پر حکمِ مقاصد کے تابع قرار دیتی ہے؛ یعنی اگر استعمال خیر میں ہو تو مباح بلکہ مستحسن، اور اگر استعمال شر میں ہو تو وہی چیز ناجائز ہو جاتی ہے۔

مثلاً AI: ٹولز کو تعلیمی، تحقیقی، طبّی یا سماجی فلاح کے کاموں میں استعمال کرنا بظاہر مباح بلکہ نافع عمل ہے، لیکن انہی ٹولز کا استعمال فحش مواد، جھوٹی خبریں، فراڈ، جاسوسی یا نسل کشی کے لیے ہو تو اباحت کا حکم سدّ ذرائع اور دفعِ ضرر کے تحت تبدیل ہو جائے گا۔

اسی طرح ڈیٹا پرائیویسی، صارفین کی رضامندی اور شخصی آزادی کے مسائل میں بھی قاعدہ اباحت کو حقوقِ بندگان اور مقاصدِ شریعت کے ساتھ ملا کر دیکھنا پڑے گا، تاکہ نہ ٹیکنالوجی کی جائز سہولت اور ترقی رکے اور نہ انسان کی عزت و وقار پامال ہو۔

فقہائے معاصرین کی آراء اور فقہی اداروں کے فیصلے (اختصاراً)

معاصر فقہاء اور فقہی کونسلوں نے:

مجمع الفقہ الإسلامي، رابطہ عالمِ اسلامی، اسلامی فقہ اکیڈمی (OIC) وغیرہ کے فتاویٰ میں نئے مالیاتی، طبّی اور ٹیکنالوجیکل مسائل میں اکثر جگہ قاعدہ ''الأصل في الأشياء الإباحة'' کو ابتدائی اصول کے طور پر لیا ہے، اور پھر اس کے بعد متعلقہ نصوص، مقاصد اور مصلحت و مفسدہ کے موازنے سے تفصیلی احکام متعین کیے ہیں۔ مثلاً: مختلف طرح کی انشورنس اسکیموں، اسٹاک مارکیٹ اور شیئرز، کارڈز اور الیکٹرانک منی، نئی ویکسین اور طبّی آلات کے بارے میں جاری ہونے والے فیصلوں میں واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ ہر نئے معاملے کو مطلقاً حرام نہیں کہا گیا، بلکہ اصولی طور پر جواز کا درجہ دیا گیا، پھر جہاں سود، قمار، غرر، ضرر اور فحاشی جیسے مفاسد غالب تھے، وہاں حرمت کا حکم دیا گیا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قاعدہ ''الأصل في الأشياء الإباحة'' عصرِ حاضر کے فقہی اجتہاد میں بھی مرکزی رہنمائی فراہم کر رہا ہے۔

نتیجہ بحث

مندرجہ بالا مباحث سے درج ذیل نکات بطورِ خلاصہ سامنے آتے ہیں:

1. قواعدِ فقہیہ فقہ اسلامی کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، جو ہزاروں جزئی مسائل کو چند کلی قواعد میں سمو دیتے ہیں اور اجتہاد و افتاء کو ایک مضبوط اصولی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

2. قاعدہ ››الأصل في الأشياء الإباحة‹‹ ان اہم قواعد میں سے ہے جس کا تعلق براہِ راست حلال و حرام کے باب سے ہے، اور جس پر مذاہبِ اربعہ اور جمہور فقہاء کا اصولی اتفاق پایا جاتا ہے۔

3. قرآن و سنت کے متعدد نصوص اس قاعدہ کی تائید کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی چیزیں انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں،

چند مخصوص چیزوں کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا،

باقی چیزیں اصلاً مباح ہیں جب تک ان کی حرمت پر واضح دلیل قائم نہ ہو۔

4. عبادات اور معاملات کے اصولی فرق کو مد نظر رکھنا نہایت اہم ہے:

عبادات میں اصل منع و توقّف ہے، جب کہ معاملات، عادات، صنعت، تجارت، ٹیکنالوجی وغیرہ میں اصل جواز و اباحت ہے۔

5. یہ قاعدہ تنہا نہیں چلتا، بلکہ: الضرر یزال"، سدّ الذرائع"، المشقة تجلب التیسیر"، الیقین لا یزول بالشک"، اور مقاصدِ شریعت وغیرہ جیسے اصول اس کے میدان کو متوازن بناتے ہیں، تاکہ نہ افراطی اباحت پسندی ہو اور نہ بے جا تحریم کی سختی۔

6. معاصر مسائل میں اس قاعدہ کا تطبیقی دائرہ بہت وسیع ہے:

غذائی مصنوعات اور مشروبات، بینکاری و مالیات، کرپٹو اور فِن ٹیک، میڈیکل و بایو ایتھکس کے جدید معاملات، ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا، ڈیجیٹل پرائیویسی، مصنوعی ذہانت وغیرہ۔

ان سب میں اصل اباحت کے تحت اجتہادی غور و فکر کی ضرورت ہے، جس میں نصوصِ شرعیہ، اہلِ فن کی آراء، مصلحت و مفسدہ کے موازنے اور مقاصدِ شریعت سب کو ساتھ رکھنا ہوگا۔

7. اس قاعدہ کا ایک عملی فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ مسلمان معاشرے کو علمی جمود اور نفسیاتی خوف سے نکال

8. کر اعتماد، وسعت، توازن اور تعمیری اجتہاد کی راہ پر گامزن کرتا ہے؛ بشرطیکہ علماء اور فقہاء شرعی

9. نصوص کے ساتھ مضبوط وابستگی، علمی دیانت، تقویٰ اور ذمہ داری کا ثبوت دیتے رہیں۔

خلاصہ یہ کہ »الأصل في الأشياء الإباحة « شریعتِ اسلامی کا ایک بنیادی فقہی قاعدہ ہے، جو ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دنیا کی چیزیں اللہ کی نعمت ہیں، اصل میں مباح ہیں؛ حرمت استثناء اور دلیل کے ساتھ آتی ہے۔ البتہ اس اباحت کا صحیح استعمال تب ہی ممکن ہے جب ہم نصوص، مقاصد اور دیگر قواعد کے ساتھ اس کو پڑھیں، اور اپنی ذاتی خواہشات یا محض سہولت پسندی کو معیار نہ بنائیں۔

حواشی

[1] الزركشي، بدر الدين، المنثور في القواعد الفقهية، ج1، ص36، ط. دار الكتب العلمية، بيروت۔

al-Zarkashi, Badr al-Din, al-Manthur fi al-Qawa'id al-Fiqhiyyah, jild 1, safha 36, taba'ah: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut.

[2] ابن نجيم، زين الدين، الأشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان، ص15–16، ط. دار الكتب العلمية، بيروت۔

Ibn Nujaym, Zayn al-Din, al-Ashbah wa al-Naza'ir 'ala Madhhab Abi Hanifah al-Nu'man, safha 15–16, taba'ah: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut.

[3] الزرقاء، مصطفى أحمد، شرح القواعد الفقهية (أو: المدخل الفقهي العام)، ج1، ص265–270، ط. دار القلم، دمشق۔

al-Zarqa', Mustafa Ahmad, Sharh al-Qawa'id al-Fiqhiyyah (aw: al-Madkhal al-Fiqhi al-'Amm), jild 1, safha 265–270, taba'ah: Dar al-Qalam, Dimashq.

[4] الشاطبي، إبراهيم بن موسى، الموافقات في أصول الشريعة، ج2، ص302 وما بعدها، ط. دار المعرفة، بيروت۔

al-Shatibi, Ibrahim ibn Musa, al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah, jild 2, safha 302 wa ma ba'daha, taba'ah: Dar al-Ma'rifah, Beirut.

[5] القرافي، شهاب الدين، الفروق، ج1، ص177–180، ط. عالم الكتب۔

al-Qarafi, Shihab al-Din, al-Furuq, jild 1, safha 177–180, taba'ah: 'Alam al-Kutub.

[6] مجلة الأحكام العدلية، مادہ4: "الأصل في الأشياء الإباحة"، مع شروح۔

Majallat al-Ahkam al-'Adliyyah, maddah 4: "al-Asl fi al-Ashya' al-Ibahah", ma'a shuruh.

[7] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، ج29، ص16–20، ط. مجمع الملك فهد۔

Ibn Taymiyyah, Ahmad ibn 'Abd al-Halim, Majmu' al-Fatawa, jild 29, safha 16–20, taba'ah: Mujamma' al-Malik Fahd.

[8] ابن القيم، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج3، ص3–10، ط. دار الجيل۔

Ibn al-Qayyim, Muhammad ibn Abi Bakr, I'lam al-Muwaqqi'in 'an Rabb al-'Alamin, jild 3, safha 3–10, taba'ah: Dar al-Jil.

[9] النووي، يحيى بن شرف، المجموع شرح المهذب، ج1، ص44–45، ط. دار الفكر۔

al-Nawawi, Yahya ibn Sharaf, al-Majmu' Sharh al-Muhadhdhab, jild 1, safha 44–45, taba'ah: Dar al-Fikr.

[10] الشافعي، محمد بن إدریس، الأم، ج3، ص3–5، ط. دار المعرفة، بیروت۔

al-Shafi'i, Muhammad ibn Idris, al-Umm, jild 3, safha 3–5, taba'ah: Dar al-Ma'rifah, Beirut.

[11] (البقرة:29)

[12] ابن عابدین، محمد أمین، رد المحتار علی الدر المختار، ج5، ص242–245، ط. دار الفکر۔

Ibn 'Abidin, Muhammad Amin, Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar, jild 5, safha 242–245, taba'ah: Dar al-Fikr.

[13] (المائدہ:3، 90)

[14] القرضاوی، یوسف، الحلال والحرام في الإسلام، ص13–30، ط. مکتبة وهبة۔

al-Qaradawi, Yusuf, al-Halal wa al-Haram fi al-Islam, safha 13–30, taba'ah: Maktabat Wahbah.

[15] مجمع الفقه الإسلامي الدولي، قرارات وتوصیات، (عدة أجزاء)، خصوصاً قرارات البنوک والمعاملات المعاصرة۔

Majma' al-Fiqh al-Islami al-Duwali, Qararat wa Tawsiat, (iddi ajza'), khususan qararat al-bunuk wa al-mu'amalat al-mu'asirrah.

[16] وهبة الزحیلي، الفقه الإسلامي وأدلته، ج1، ص54–60، ج4، ص312–320، ط. دار الفکر، دمشق۔

Wahbah al-Zuhayli, al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhu, jild 1, safha 54–60; jild 4, safha 312–320, taba'ah: Dar al-Fikr, Dimashq.

[17] محمد مصطفی شلبي، تعریف القواعد الفقهیة وتطبیقاتها، ص25–40، ط. دار النهضة العربیة۔

Muhammad Mustafa Shalabi, Ta'rif al-Qawa'id al-Fiqhiyyah wa Tatbiqatuhu, safha 25–40, taba'ah: Dar al-Nahdah al-'Arabiyyah.

[18] تقی عثمانی، محمد، فقہی مقالات، مختلف مقالات بر موضوعاتِ معاشی و اقتصادی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی۔

Taqi 'Usmani, Muhammad, Fiqhi Maqalat, mukhtalif maqalat bar mawzu'at-i ma'ashi wa iqtisaadi, Maktabah Ma'arif al-Qur'an, Karachi.